Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

A Critical and In-Depth Examination of the Feasibility of Implementing Wilayat-e-Faqih (Guardianship of the Islamic Jurist) in Gilgit-Baltistan

گلگت بلتستان میں ولایتِ فقیہ کے ممکنہ نفاذ کا تحقیقی و تحلیلی جائزہ

Authors Details

1. **Dr. Muhammad Riaz** (Corresponding Author)
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Baltistan, Skardu, Baltistan, Pakistan.
Email:**muhammad.riaz@uobs.edu.pk**

Citation

Riaz, Dr. Muhammad. " A Critical and In-Depth Examination of the Feasibility of ImplementingWilayat-e-Faqih(Guardianship of the Islamic Jurist) in Gilgit-Baltistan. " *Al-Marjān Research Journal*, 3,no.2, April-June (2025): 881 −891.

Submission Timeline

Received: April 06, 2025
Revised: April 19, 2025
Accepted: May 10, 2025
Published Online: Jun 02, 2025

Publication, Copyright & Licensing

Article QR

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.
Rights Reserved © 2023.
This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

A Critical and In-Depth Examination of the Feasibility of Implementing Wilayat-e-Faqih (Guardianship of the Islamic Jurist) in Gilgit-Baltistan

گلگت بلتستان میں ولایتِ فقیہ کے ممکنہ نفاذ کا تحقیقی و تحلیلی جائزہ

ڈاکٹر محمد ریاض ☆

Abstract

There exists a belief among those who claim a Shi'a majority in Gilgit-Baltistan that, owing to their demographic dominance, Shi'a adherents could adopt an Iranian-style system of governance in the region. Notably, certain Shi'a scholars also espouse this viewpoint. Although this system of governance is inherently linked to a particular school of thought, its generalization is nonetheless surprising. At a time when, following the severe defeat of two prominent religious parties (both of which are reputed for their association with the doctrine of Wilayat-e-Faqih) in the 2020 elections and those preceding it, any assumption that the system of Wilayat-e-Faqih could be implemented in Gilgit-Baltistan is nothing more than wishful thinking. The assertion of a Shi'a majority in Gilgit-Baltistan can only be substantiated if all three Shi'a groups (Twelver Shi'a, Ismaili Shi'a, and the Imamiyya and Sufi followers of the Noorbakhshi order) are recognized as constituting a single sect. However, it is evident that these three groups exhibit distinct differences in their rituals and beliefs. Given such clear disparities, is it truly possible to establish the existence of a Shi'a majority? This research article seeks to clarify that, in essence, any such system is unacceptable in Gilgit-Baltistan, and even if it were to be implemented, the doctrine of Wilayat-e-Faqih would require numerous amendments, which would inevitably result in a system aligned with democratic principles.

Keywords: Gilgit-Baltistan, Wilayat-e-Faqih, Twelver and Isma'ili Shiism, Nurbakshi Imami, Religious Parties.

تعارف موضوع

گلگت بلتستان پاکستان کا شمالی علاقہ ہے جو اپنی تزویراتی اہمیت اور قدرتی خوبصورتی کی وجہ سے مشہور ہے مگر یہاں کی سیاسی اور مذہبی صورتحال پیچیدہ اور متنازع ہے۔ اس تحقیقی مقالہ کا موضوع گلگت بلتستان میں ولایت فقیہ کے نفاذ کی امکانیت کا جائزہ ہے جو شیعہ اثنا عشری مکتبہ فکر کا سیاسی نظام ہے اور ایران میں رائج ہے۔ بعض شیعہ گروہوں کا دعویٰ ہے کہ علاقے میں شیعہ اکثریت کی وجہ سے ایرانی طرز کا نظام اپنایا جا سکتا ہے مگر یہ دعویٰ مذہبی تنوع کو نظر انداز کرتا ہے۔ گلگت بلتستان کی آبادی میں شیعہ (تقریباً 39-60٪)، سنی (27-40٪)، اسماعیلی اور نوربخشی شامل ہیں جو عقائد اور عبادات میں مختلف ہیں۔ اسماعیلی آغاخان کی پیروی کرتے ہیں جبکہ نوربخشی صوفی عناصر رکھتے ہیں، اس لیے متحد شیعہ اکثریت کا تصور غلط ہے۔ سیاسی طور پر علاقہ نیم خود مختار ہے جہاں ہر پانچ سال بعد انتخابات ہوتے ہیں اور مذہبی جماعتیں جیسے مجلس وحدت مسلمین اور اسلامی تحریک کو 2020ء کے انتخابات میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ عوام جمہوریت کو قبول کر چکے ہیں اور پاکستان میں انضمام کی مانگ کرتے ہیں۔ ولایت

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف بلتستان، سکردو، بلتستان، پاکستان۔

فقیہ کا نفاذ مذہبی تقسیم اور وفاقی قوانین کی وجہ سے ناممکن ہے جو علاقائی تنازعات کو بڑھا سکتا ہے۔ یہ مقالہ بیانیہ طریقہ تحقیق پر مبنی ہے اور جدید حالات کا جائزہ لیتا ہے تاکہ محققین اور عالمی اداروں کو علاقے کی سیاسی اہمیت سے آگاہ کیا جائے۔

طریقۂ تحقیق

میں یہ تحقیقی مقالہ قدیم بنیادی منابع سے ترتیب دینے کے بجائے جدید حالات و مشاہدات کو مدِ نظر رکھ ترتیب دے رہا ہوں اِس حالت میں کہ، میں نہ تو جدید آلاتِ تحقیق کی طرف متوجہ رہا اور نہ ہی میں نے سوال و انٹرویوز کی ضرورت محسوس کی۔ یہ مقالہ میں نے مکمل طور پر بیانیہ طریقہ تحقیق کی مدد سے مکمل کیا ہے اور میرا منشاء یہ ہے کہ نہ صرف ملکی سطح کے محققین اِس جانب متوجہ ہو جائیں بلکہ عالمی سطح کے اداروں اور دانشور حضرات کو بھی گلگت بلتستان کی سیاسی و مذہبی اہمیت سے آگاہ کیا جائے۔

تحقیقی سوالات

اِس تحقیقی مقالہ میں دو سوالات ہمارے پیشِ نگاہ ہیں:

1. یہ کہ گلگت بلتستان میں نظامِ ولایت فقیہ کا نفاذ کیسے ممکن ہے؟
2. یہ کہ گلگت بلتستان میں نظامِ ولایت فقیہ کا نفاذ کیونکر ممکن نہیں؟

آخرُالذکر سوال عقلی، منطقی اور زمینی حقائق سے قریب ہے۔ ہمارا ارادہ کسی بھی فرد یا مسلک کی دل آزاری نہیں اور نہ ہی کسی کی حوصلہ شکنی ہے بلکہ جدید اذہان میں پیدا شدہ سوالات، خواہشات و اُمنگوں کی ترجمانی کرنا ہے۔ اُمید ہے کہ یہ تحقیق گلگت بلتستان کی مذہبی و جغرافیائی حیثیت کو نمایاں کرے گی اور تحقیق کے متلاشی افراد کے لئے بنیادی منبع کی حیثیت اختیار کرے گی۔

سابقہ تحقیقات

جس وقت کہ یہ تحقیق منصۂ شہود میں لائی جارہی ہے، اِس موضوع یا اِس سے ملتے جُلتے عنوان پر کوئی تحقیقی کاوش محقق کی نظروں سے نہیں گزری۔ چونکہ یہ تحقیق ایک خاص خطہ (گلگت بلتستان) کی جغرافیائی و مذہبی حیثیت کو مدِ نظر رکھ کر ترتیب دی جارہی ہے لہٰذا ضروری تھا کہ اِس پہلو سے متعلق سابقہ تحقیقات کا جائزہ لیا جائے۔ ولایتِ فقیہ چونکہ شیعی نقطہ نظر سے ایک جامع سیاسی نظام ہے اور جدید دُنیا میں اِس کے تانے بانے ایران سے ملتے ہیں، ایسے میں جہاں جہاں شیعہ آبادی ہے وہاں اِس نظام کے اثرات کا مرتب ہونا یقینی بات ہے۔ گلگت بلتستان خاص طور پر بلتستان ڈویژن میں شیعوں کی اکثریت ہے اور اِس خطے میں نظامِ ولایتِ فقیہ پر سیمینارز، کانفرنسز، ورکشاپس کا انعقاد اہم سرگرمیوں میں شمار ہوتا ہے اور منبروں سے بھی گفتگو کی جاتی ہے۔ خاص طور پر مشہور شیعہ عالمِ دین سید جواد نقوی کے گلگت بلتستان کی سرزمین سے متعلق بیانات اِس بات کے غماز ہیں کہ وہ اِس خطہ کو ولایتِ فقیہ کے لئے موزوں سمجھتے ہیں۔ موصوف نے اپنی کتاب "امامت کی سرزمین پر اجنبی سائے" جو تحقیق و تحریر سے زیادہ تقریری اُسلوب پر مبنی ہے، میں جابجا نظامِ امامت و ولایت کی دُہائیاں دی ہیں اور مدعی واقع ہوئے ہیں کہ ایران اور لبنان کے بعد اگر کوئی سرزمین نظامِ ولایت کے نفاذ کے لئے موزوں ترین ہے تو وہ یہی خطہ گلگت بلتستان ہے۔[1] البتہ عمومی طور پر گلگت بلتستان میں نظامِ سیاسی کے حوالے سے کوئی جامع تحقیق ہوئی ہے اور نہ ہی ولایتِ فقیہ سے متعلق گہرائی پر مبنی کوئی کام ہوا ہے۔

---

[1] Naqvī, Sayyid Jawād, *Imāmat kī Sarzamīn par Ajnabī Sāye* (Pakistan: Pīrwān-e-Wilāyat, 1431 AH/2010 CE), 73, 112.

تعارف

بنیادی سوال ہے کہ کیا گلگت بلتستان میں ولایتِ فقیہ کا نفاذ ممکن ہے؟ سوال کی بنیادی اہمیت اور ایک مکتبہ فکر (جس میں بعض نظریاتی شیعہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں) کے نقطہ نظر سے یہ معاملہ یعنی نظامِ ولایتِ فقیہ کا نفاذ زیادہ پیچیدہ نہیں بلکہ بڑی سہولت اور بامقصد جدوجہد کے نتیجے میں یہ اَمر انجام پذیر ہوسکتا ہے۔ سوال کی نوعیت چونکہ حتمی نتیجے کی متقاضی لگتی ہے اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ اس موضوع پر تفصیل سے اور زمینی حقائق کو پیشِ نگاہ رکھ کر ایک مختصر مگر جامع تحقیقی مقالہ سُپردِ قلم کیا جائے۔ ہماری نظر میں گلگت بلتستان میں ولایتِ فقیہ کا نفاذ نہ صرف مشکل ہے بلکہ اگر اس طرح کی کوئی جدوجہد شروع بھی کی گئی تو خطرات و خدشات کے علاوہ شدید قسم کی مخاصمت کا بھی سامنا ہوگا۔ البتہ جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے کہ مختلف قسم کے اقدامات کے نتیجے میں بہت ممکن ہے کہ یہ امر ممکنُ الوقوع ہو۔ تاہم ان اقدامات کے تناظر میں بنیادی نظریہ (ولایت فقیہ) میں بھی کئی طرح کی ترامیم کرنی پڑیں گی جو گلگت بلتستان کے تمام مسالک کے لئے قابلِ قبول بھی ہوں اور پاکستانی نظامِ جمہوریت کے اندر اِن ترامیم کے لئے گنجائش بھی موجود ہو۔

گلگت بلتستان میں نظامِ ولایت کا نفاذ ایک متنازع فیہ مسئلہ ہے۔ اس وقت نیم جمہوری نظام رائج ہے اور وفاق پرست جماعتوں کی حکمرانی کے سائے تلے گلگت بلتستان کے عوام زندگی گزار رہے ہیں۔ ہر پانچ سال بعد اِنتخابات منعقد ہوتے ہیں اور یہ اِنتخابات پاکستان کے دیگر صوبوں پنجاب، سندھ، بلوچستان اور خیبر پختونخواہ (آزاد کشمیر کے علاوہ) کے ہمراہ نہیں ہوتے بلکہ جس وقت گلگت بلتستان کی حکومت اپنے دو سالہ دورانیہ مکمل کررہی ہوتی ہے، اُسی دوران وفاق میں انتخابات ہوتے ہیں، موجودہ حکومت کے بجائے کسی اور سیاسی جماعت کی حکومت بن جاتی ہے۔ یہ بھی المیہ ہے کہ گلگت بلتستان کی حکومت اپنے پانچ سالہ دورِ حکومت کے دو سال وفاق میں موجود سیاسی جماعت کے چھتری تلے گزارتی ہے اور یہی حکومت بقیہ تین سال دوسری مرکزی حکومت کے ساتھ گزارتی ہے۔ ایسی سیاسی صورتِ حال میں گلگت بلتستان میں برسرِ اقتدار جماعت کے لئے وفاق سے فنڈز کا حصول اور بعد ازاں ترسیل مشکل اَمر ہے۔ اِس لئے کہ مرکز میں جس جماعت کی حکومت ہے، گلگت بلتستان میں موجود جماعت کے ساتھ سیاسی ہم خیال نہیں ہوتی۔ لیکن اِس کے باوجود گذشتہ کئی عشروں سے گلگت بلتستان میں نظامِ حکومت چل رہا ہے اور مختلف سیاسی جماعتیں برسرِ اقتدار آتی رہتی ہیں۔ البتہ یہ بات ذہین نشین رہے کہ گلگت بلتستان میں جمہوری نظامِ سیاسی کو قبولیت حاصل ہے اور تمام جماعتیں بشمول مذہبی جماعتیں بظاہر اِس نظام کو قبول کرچکی ہیں۔ یہ جماعتیں انتخابات میں بڑے زور و شور کے ساتھ حصہ لیتی ہیں اور بسا اوقات چند ایک نشستیں جیتنے میں کامیاب بھی ہوجاتی ہیں۔ 2020ء کے اِنتخابات میں اسلامی تحریک اور مجلسِ وحدت مسلمین کی جانب سے کئی اُمیدوار میدانِ انتخاب میں اُترے اور دونوں جماعتوں میں سے آخر الذکر جماعت کو سکردو حلقہ 2 کی اکلوتی نشست ملی جبکہ اسلامی تحریک کوئی بھی نشست حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوئی۔[2]

اِس کی بنیادی وجوہات میں سے ایک وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ ولایتِ فقیہ کے تانے بانے فی الحال ایرانی سیاسی نظام سے تعلق رکھتے ہیں اور گلگت بلتستان میں موجود شیعوں میں اگرچہ نظامِ ولایت سے متعلق ابتدائی معلومات تو ہیں تاہم شعوری فہم بالغ نظری تک نہیں پہنچی۔ پڑھا لکھا طبقہ جانتا ہے کہ دُنیا میں شیعوں کا الگ سے ایک سیاسی نظام ہے اور یہ نظام فقیہ، مجتہد یا سب سے بڑے عالم کی نگرانی میں چلنا چاہیے۔[3] دوسری جانب عام

---

[2] Imtiyāz Tāj, "Gilgit-Baltistan Assembly kī 33 Nashiston kā Sarkārī Natīja Jārī, PTI kī 16 Nashistain," *Dawn News*, November 24, 2020, https://www.dawnnews.tv/news/1147532.

[3] Mahdī Sharī'at Zāda, *Fayḍiyya se Jumhūrī Islāmī tak*, trans. Sayyid Ghulām Ḥusayn Karārwī (Lahore: Maṭbū'āt Lauḥ wa Qalam, 1403 AH/1983 CE), 46.

عوام کو ولایتِ فقیہ کی مبادیات واُصول اور اِس کے نفاذ سے متعلق گہری اور جامع معلومات نہیں۔ وہ ولایت فقیہ کو بھی بعینہ وہی نظام سمجھتے ہیں جس کی سمجھ اُنہیں جمہوریت، آمریت یا کسی اور نظامِ سیاسی سے متعلق ہے۔ پاکستان کے سابق فوجی سربراہ جنرل (ر) پرویز مشرف نے جب اقتدار سنبھالا اور شروعاتی دورانیہ میں گلگت بلتستان کے عوام کو مُراعات ملنی شروع ہوئیں تو کیا ہی سُنی کیا شیعہ، کیا ہی اسماعیلی اور کیا ہی نور بخشیہ، ہر ایک مکتبہ فکر کے لوگ موصوف کے گُن گاتے نظر آئے۔[4]

جس وقت کہ گلگت بلتستان کے عوام پرویز مشرف کی شان میں رطبُ اللسان نظر آئے اُس وقت اُن کے ذہنوں میں نہ تو ولایت فقیہ کا تصور تھا نہ جمہوریت کا شائبہ تھا اور نہ ہی کسی اور نظامِ سیاسی کی طرف وہ متوجہ تھے۔ اُن کے اذہان میں اپنے خطہ کے تزویراتی حالات کے موافق جذبات تھے جو یقینی طور پر پرویز مشرف کی گلگت بلتستان سے متعلق اِصلاحات سے جُڑے ہوئے تھے۔ لہٰذا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ کسی بھی نظامِ سیاسی کی فی نفسہ فضلیت سے آگے ایک منزل ہوتی ہے جس میں عوامی مسائل کا حل اور وسائل کی دستیابی کو دیکھا جاتا ہے۔ پاکستان سمیت گلگت بلتستان میں بظاہر جمہوریت کی تعریف وتوصیف بیان کی جاتی ہے تاہم اِس کا دارومدار بھی بالآخر عوامی حقوق سے ہے۔ اگر جمہوری نظام میں حق مل گیا تو وہ بہترین نظام قرار پایا اور اگر آمریت کے سائے میں حقوق کی دستیابی ممکن ہوئی تو بھی عوام کے لئے پسندیدہ نظام ہوسکتا ہے، جیسا کہ پرویز مشرف کے دورِ حکومت کو اِس نوع کی مثال میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ تاہم اِس منظر نامہ کے باوجود گلگت بلتستان میں بھی جمہوریت کا عمل جاری ہے اور یہ نظام تمام مکتبہ ہائے فکر کے نزدیک مقبول ومشہور ہے۔ ایک ایسے نظام کی موجودگی میں جو بظاہر تمام مسالک کے لئے قابلِ قبول ہے کسی دوسرے نظام (ولایت فقیہ) کا نفاذ ممکن نہیں تو مشکل ضرور ی ہے۔ اِس تناظر میں ہم یہاں دو اہم نکات کی نشاندہی کرتے ہیں:

اول: کیا قریب 18 لاکھ کی آبادی نظامِ ولایت کی مُعتقد ہے؟ گلگت بلتستان میں موجود قوم پرست جماعتیں اور بعض صحافی حضرات مدعی ہیں کہ اِس خطہ کی آبادی 20 لاکھ سے تجاویز کر چکی ہے۔[5] جبکہ سرکاری اعداد وشمار میں گلگت بلتستان کی آبادی 17 لاکھ 87 ہزار ظاہر کی گئی ہے۔[6] اگر ہم 18 لاکھ کی آبادی کو ولایتِ فقیہ کی حامی سمجھیں تو ہمارا یہ دعویٰ حقیقت کے بالکل برعکس ہے۔ جیسا کہ ہم آئندہ سطروں میں بھی بیان کریں گے کہ تمام مسلمان ریاستوں کی طرح گلگت بلتستان میں بھی مختلف مکاتبِ فکر (فرقہ) آباد ہیں اور یہ تمام مکاتب نظریاتی طور پر ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ ایک فرقہ کے نزدیک کوئی ایک نظریہ اصل یا بنیاد ہے تو وہی نظریہ دوسرے فرقہ کے نزدیک عبث ہے۔ بعض موارد میں وہ نظریہ لغو یا بدعت کے زُمرے میں بھی شامل کیا جاتا ہے۔ لہٰذا ایسی صورت حال کہ جس میں اعتقادات کی وسیع خلیج موجود ہو وہاں ولایتِ فقیہ کو تمام مکاتبِ فکر کے لئے موزوں ترین یا مقبول سمجھنا کسی بھی طور درست نہیں۔

دوم: سرِدست پاکستانی نظامِ جمہوریت میں شامل رہتے ہوئے ایک مختصر اور متنازع فیہ خطے میں جداگانہ قسم کا نظام (ولایت فقیہ) نافذ کرنا ممکن ہوسکے گا؟ وہ بھی اُس مفروضے کو مدِ نظر رکھ کہ گلگت بلتستان میں اکثریتی آبادی شیعوں پر مشتمل ہے، زمینی حقائق کو نظر انداز کرنے کے

[4] ʻAlīmī, Shāh ʻĀlam, "Pervez Musharraf: Gilgit-Baltistan aur Chitral," *Chitral Times*, ed. Sayf al-Raḥmān ʻAzīz, February 10, 2023; Faraq, Fayḍullāh, "Ghair Mashrūṭ Muḥabbat kā Lāfānī Ḥawāla...Gilgit-Baltistan," *Hilāl*, October 2018, https://chitraltimes.com, https://hilal.gov.pk/view-article.php?i=1743.

[5] Dānish Irshād, "Gilgit-Baltistan kā Aṣl Dukh Kiyā Hai?," *IBC Urdu*, April 30, 2018, https://ibcurdu.com/news/64675/; Web Desk, *Passu Times Urdu*, January 11, 2015, https://passutimes.wordpress.com/2015/01/11/.

[6] Nāṣir, ʻAbd al-Jabbār, "Gilgit-Baltistan kī Ābādī Baṛh kar 17 Lākh 87 Hazār Hogayī," *Roznāma Dunyā* (Lahore: Dunyā Group of Newspapers, September 18, 2023).

مترادف ہے۔ اگر ممکن ہوا بھی تو دوسرے مسالک کے لوگ جو اصلاً نظامِ ولایت کا اعتقاد نہیں رکھتے، اس نظام کو کھلے دل سے قبول کریں گے ؟ ہم نے سطور بالا میں وضاحت کی کہ ایسا ہونا ممکن نہیں۔ پہلی صورت میں شیعہ اکثریت کو ثابت کرنا مشکل ہو گا اور دوسری صورت میں تمام فرقوں کا شیعہ ہم خیال بننا محال ہے۔ شیعہ اکثریت یا عدمِ اکثریت ثابت کرنے کے لئے ہمیں گلگت بلتستان میں موجود مسالک کی موجودگی کی طرف نظر کرنا ہو گی اور تجزیہ کرنا ہو گا کہ وہ کون سا فرقہ ہے کہ جس کی تعداد گلگت بلتستان میں کثرت سے ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس وقت گلگت بلتستان میں چار مسالک کے لوگ آباد ہیں:

شیعہ مسلک

گلگت بلتستان میں شیعہ غالب اکثریت ہیں، خصوصاً بلتستان ڈویژن کے تین اضلاع سکردو، شگر اور کھرمنگ میں شیعوں کی آبادی ۹۵ فیصد سے زائد ہے،[7] البتہ ضلع گانچھے میں نور بخشیہ امامیہ وصوفیہ کی تعداد زیادہ ہے۔[8] اور پوری کی پوری آبادی نظامِ ولایت کی معتقد ہو سکتی ہے۔ البتہ شیعوں میں بھی بعض گروہ، شخصیات اور افراد ولایتِ فقیہ کو صدقِ دل سے قبول نہیں کرتے۔ اُن کی نگاہ میں نظامِ ولایت فقیہ بھی بالکل ایسا ہی نظام ہے جیسے جمہوری نظام ہے۔ اُن کے نظریات و اعتقادات (سیاسی اعتبار سے) بالکل بھی ولایت فقیہ کے حق میں نہیں ہیں۔ بطور مثال پاکستان پیپلز پارٹی، پاکستان مسلم لیگ نواز گروپ اور پاکستان تحریک انصاف سے وابستہ شیعہ سیاستدان نظریاتی طور پر اپنی اپنی جماعتوں سے وابستہ ہیں البتہ عقیدتی طور پر شاید یہ ولایتِ فقیہ کو دل سے قبول کرلیں، تاہم یہ قبولیت بھی دینی پہلو سے ہو سکتی ہے، سیاسی اعتبار سے نہیں۔ اگر تاریخی اعتبار سے سیاسی پہلو کا جائزہ لیا جائے تو شروع سے ہی خطہ بلتستان راجگی اور ڈوگرہ نظام حکومت کے ماتحت رہا ہے۔[9] خاندانی وراثت اور راجگی نظام میں نہ تو اسلامی جمہوریت کا پاس تھا اور نہ ہی ولایت فقیہ کا کوئی تصور تھا۔ یقینی بات ہے کہ راجگی اور ڈوگرہ نظام یا تو آمریت کی عملی تصویر ہے یا بادشاہت کی پختہ شکل۔ حالانکہ گلگت بلتستان خصوصاً بلتستان میں اسلام کی آمد کا زمانہ 1437ء کا بتایا جاتا ہے۔[10]

جن دو بزرگ ہستیوں کا تبلیغاتِ اسلام میں یقینی کردار ہے، اُن دونوں کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ مسلکِ نور بخشیہ کے اکابرین میں سے تھے۔[11] آج بلتستان میں موجود نور بخشیہ اِن دونوں بزرگ ہستیوں کی تعلیمات اور فقہی مسائل پر عمل پیرا ہیں۔ اُصول وعقائد اور فروعی مسائل اِنہی سے مستعار لیا جاتا ہے۔ ولایتِ فقیہ کے بنیادی تصورات میں سے ایک اہم تصور یہ ہے کہ اِس نظام کی بھاگ دوڑ زندہ مجتہد (فقیہ) کے ہاتھوں میں ہونا چاہیے۔ جبکہ نور بخشیوں میں زندہ مجتہد یا فقیہ کی ولایت شرط نہیں، لہٰذا یہ بات تو طے ہے کہ نور بخشی حضرات فقیہ کی حکومت کے قیام یا نفاذ میں اہل تشیع کے ہم خیال نہیں ہوسکتے۔ بالفرض ہم باہمی مفاہمت کے نتیجے میں اِس عمل (زندہ مجتہد کی حکومت) کو ممکن بھی سمجھیں تو پھر نور بخشی حضرات کو اپنے قدیمی عقیدہ سید محمد نور بخش کی تقلید کو خیر باد کہنا پڑے گا جو کہ نور بخشیوں کے لئے ممکن نہیں ہے۔

---

7 Ābādī, Muḥammad Yūsuf Ḥusayn, *Tārīkh Baltistān* (Skardu: Baltistān Book Depot, 1440 AH/2019 CE), 51.
8 Khān, Wazīr Muḥammad Ashraf, *Asia kī Dūr Uftāda Sarzamīn (Gilgit-Baltistan)* (Gilgit: North Books, 1436 AH/2015 CE), 189.
9 Lakhnawī, Maulvī Ḥishmatullāh Khān, *Mukhtaṣar Tārīkh Jammu wa Kashmīr* (Jammu: J.K. Book House, 1412 AH/1992 CE), 486.
10 Lakhnawī, Maulvī Ḥishmatullāh Khān, *Mukhtaṣar Tārīkh Jammu wa Kashmīr* (Jammu: J.K. Book House, 1412 AH/1992 CE), 486.
11 Hamdānī, Sayyid ʿAlī, *Mawadda al-Qurbā*, trans. Akhūnd Muḥammad Taqī Ḥusaynī (Skardu: Jāmiʿa Bāb al-ʿIlm, 1439 AH/2018 CE), 18.

سُنی مسلک

سُنی آبادی کے اعتبار سے دوسرا بڑا مسلک ہے، خصوصیت کے ساتھ ضلع دیامر اور ضلع استور میں سُنیوں کی آبادی اکثریت میں ہے۔ البتہ بلتستان ڈویژن کے ضلع گنگچھے میں سنیوں کی آبادی 8 فیصد جبکہ ضلع سکردو میں 3 فیصد ہے۔[12] ضلع گلگت میں بھی سنیوں کی ایک بڑی تعداد ہے جو کہ ولایتِ فقیہ کی معتقد ہرگز نہیں ہوسکتی۔ چونکہ ضلع ہذا میں موجود سنیوں اور شیعوں کے درمیان نظریاتی اختلاف موجود ہے اور بعض اوقات دونوں مسالک کے مابین تنازعات و تضادات بھی پیدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا اِس تناظر میں ممکنہ طور پر اہلسنت حضرات نظامِ ولایت کے بہت بڑے مخالف کے طور پر سامنے آسکتے ہیں جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ اصلاً نظامِ خلافت کو پسند کرتے ہیں۔ اہلسنت کی اکثریت کے نزدیک جمہوریت سے قبل خلافت مقبول ترین نظام ہے اور ولایتِ فقیہ کے حوالے سے اِن کے نظریات اگر مخالفت میں نہیں تو حمایت میں بھی نہیں ہوسکتے۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ اہلسنت و اہل تشیع کی واضح تقسیم کے پسِ پردہ بھی یہی خلافت و امامت ہے۔ ایک فرقہ کے نزدیک اسلام کا نظامِ حکومت خلافت سے مشروط ہے جبکہ دوسرے فرقہ کے مطابق نظامِ حکومت کی تمام تر باریکیاں امامت سے منتھی ہیں۔ جب ہم اہل تشیع خاص کر ایرانی نظامِ حکومت کے تناظر میں بات کریں تو ولایت فقیہ بھی اُسی امامت کا ایک ذیلی تسلسل ہے جس کی تنصیب رسول اللہ اور شیعہ اماموں کے ہاتھوں ہوئی ہے۔[13] گویا اِس بحث کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ضلع گلگت میں موجود اہلسنت کی آبادی کے نزدیک نہ تو جمہوریت کی گنجائش ہے اور نہ ہی ولایتِ فقیہ جیسے نظام کے لئے اِن کے دلوں میں ہمدردی پیدا ہوسکتی ہے۔ سنیوں کے بنیادی نظریات اور اعتقادات کی روشنی میں سیاسی نظام کا طریقہ بالکل وہی ہونا چاہیے جس کے تانے بانے خلافت (خلفائے راشدین) سے ملتے ہوں۔ یہ نظریہ سُنی آبادی میں مقبولِ خاص و عام ہے۔

شیعہ اسماعیلی

گلگت بلتستان میں موجود فرقوں میں سے ایک بڑا فرقہ شیعہ اسماعیلیوں کا ہے۔ یہ فرقہ ایک طرح سے شیعوں کی ذیلی شاخ کے طور پر معروف ہے۔[14] تاہم اسماعیلیوں کو شیعہ ذیلی شاخ قرار دینے سے قبل یہ وضاحت ضروری ہے کہ اسماعیلی اور شیعوں کے درمیان امام جعفر صادق تک امامت کا تسلسل ایک ہی ہے۔ یعنی کہ دونوں مسالک پہلے امام حضرت علی سے لے کر چھٹے امام جعفر الصادق تک ہم خیال ہیں تاہم سلسلہ امامت کی چھٹی کڑی سے آگے دونوں فرقوں کی راہیں جدا ہیں۔ شیعہ مسلک کے ساتویں امام موسیٰ کاظم ہیں جبکہ اسماعیلیوں کے ساتویں امام محمد بن اسماعیل ہیں۔[15]

تادمِ تحریر اسماعیلیوں میں امامت کا سلسلہ جاری ہے جبکہ شیعوں میں بارہویں امام "المہدی" کے پردہ غیب میں چلے جانے کے بعد بظاہر سلسلہ امامت منقطع ہوچکا ہے اور ولایت کے عنوان سے اب یہ ذمہ داری شیعوں کے علماء (مجتہد یا فقیہ) نبھا رہے ہیں۔ اِس تناظر میں یا تو شیعہ اسماعیلیوں کی ذیلی شاخ ہے یا اسماعیلی شیعوں کا ضمنی فرقہ۔ تاہم اِس قدر مماثلت ہونے کے باوجود دونوں فرقوں میں کسی بھی قسم کی عقیدتی مفاہمت نہیں پائی

---

[12] Ābādī, Muḥammad Yūsuf Ḥusayn, *Tārīkh Baltistān*, 53.
Ṣadūq, Abū Ja'far Muḥammad ibn 'Alī ibn Ḥusayn, *Ma'ānī al-Akhbār*, vol. 2, trans. Dilāwar Ḥusayn (Karachi: Al-Kisā Publishers, 1426 AH/2005 CE), 424–425.
[14] Resti Novita Dewi, Deni Maulana, Öznur Taşdöken, "Shia Is One of the Sects in Islam," *Institute for Research and Community Service Ummul Quro Al-Islami Institute of Bogor, Indonesia* (2024), 7:104, https://jurnal.iuqibogor.ac.id/index.php/almubin/article/view/756/682.
[15] Ulvah Nur'aeni, "The Emergence of Shi'a Sect as an Implication of the Development of Thought and Politics," *Journal of Islamic and Social Studies (JISS)*, Faculty of Ushuluddin and Da'wa IAIN Kediri, East Java, Indonesia (2024), 2:122, https://doi.org/10.30762/jiss.v2i2.2509.

جاتی جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ اسماعیلی فرقہ کی بڑی آبادی ضلع ہنزہ اور ضلع غذر میں موجود ہے، علاوہ ازیں ضلع گلگت میں بھی اسماعیلیوں کی ایک بڑی تعداد آباد ہے۔ اسماعیلی بظاہر شیعہ مسلک کے قریب ہیں لیکن نظریات اور افکار کے اعتبار سے یہ شیعوں سے بالکل مختلف شناخت رکھتے ہیں۔ چونکہ یہ مسلک امامِ ظاہر کا پیروکار ہے اور امام ظاہر کی موجودگی میں کسی "غائب" امام یا فقیہ اور مجتہد کی پیروی کرنا یقیناً ان کے لئے ممکن نہیں ہے۔

نور بخشی امامیہ و صوفیہ

گلگت بلتستان خصوصاً بلتستان میں نور بخشوں کی دو شاخیں ہیں: امامیہ اور صوفیہ، امامی نور بخش فقہی اعتبار سے شیعوں کے قریب ہیں جبکہ صوفیہ فقہی اعتبار سے اہلسنت کے نزدیک ہیں۔ بلتستان کے چار اضلاع میں سے تین میں دونوں شاخوں کے پیروکار موجود ہیں۔ جیسا کہ ہم نے سطور بالا میں نشاندہی کی کہ ضلع گنگچھے میں یہ مسلک اکثریت میں ہے، ضلع سکردو اور ضلع شگر میں اقلیت میں ہے جبکہ ضلع کھرمنگ میں مسلکِ نور بخشہ کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ نور بخشیہ مسلک کے لوگ عبادات و معاملات و اعتقادات میں شیعوں کے ہم خیال ہونے کے باوجود صرف اِسی معاملے یعنی زندہ مجتہد یا فقیہ کی پیروی میں شیعوں سے الگ شناخت رکھتے ہیں۔ چونکہ یہ زندہ مجتہد کی پیروی کا عقیدہ نہیں رکھتے اس لئے یہ کیونکر فقیہ کی ولایت کو قبول کریں گے؟ اس سوال کے تناظر میں شیعوں کا موقف دو صورتوں میں ظاہر ہو گا:

اول: شیعوں کا دعویٰ کہ نظامِ ولایت کا نفاذ ممکن ہے، بالفعل یہ دعویٰ درست نہیں ہے البتہ بالقوہ اس کی گنجائش نکل سکتی ہے، (وہ بھی تمام مسالک میں مفاہمت کی صورت میں)

دوم: شیعوں کا مطالبہ ہے کہ نظام ولایت رائج ہو تو سطور بالا میں بیان کئے گئے نِکات کی روشنی میں فی الحال یہ بھی ممکن نہیں ہے۔

جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ گلگت بلتستان کے دس اضلاع میں سے آٹھ میں شیعوں (بشمول اسماعیلی و نور بخشیہ) کی آبادی ہے۔ جبکہ دیگر دو اضلاع (دیامر، استور) میں سے استور میں کم و بیش ۳۰ سے ۴۰ فیصد شیعہ آباد ہیں۔ ہم نے لفظ "شیعہ" سے شیعہ امامیہ، شیعہ اسماعیلیہ اور شیعہ نور بخشیہ تینوں مکتب مراد لیا ہے اور ہماری اس بات کے پس پردہ سوادِ اعظم کا وہ متفقہ موقف ہے جو وہ شیعوں کے بارے میں رکھتے ہیں۔ یعنی اہلسنت کے اہلِ علم حضرات جہاں کہیں بھی لفظ شیعہ لکھتے یا کہتے ہیں تو شیعوں کے تمام فرقے من جملہ شیعہ امامیہ، اسماعیلیہ، غلاوۃ، کیسانیہ، زیدیہ، قرامطہ وغیرہ مراد لیتے ہیں۔[16] اسی طرح شیعوں کے نزدیک اہلسنت سے مراد تمام مسالک اہلسنت (مالکی، شافعی، حنبلی، حنفی، اشعری، معتزلی، سلفیہ) ہیں۔[17]

گویا اسلام کے دو فرقے فی البدیہی وجود رکھتے ہیں اور پھر یہ دونوں فرقے اپنے ذیلی مسالک کے حوالے سے جداگانہ شناخت بھی رکھتے ہیں۔ اگر ان دو ہی فرقوں (شیعہ، سنی) کی روشنی میں گلگت بلتستان کا مذہبی اور جغرافیائی منظر نامہ دیکھا جائے تو واضح طور پر شیعوں کی اکثریت نظر آتی ہے۔ خاص طور پر چھ اضلاع (سکردو، شگر، کھرمنگ، گانچھے، ہنزہ اور نگر) میں سنی مسلمان بہت ہی کم تعداد میں ہیں۔ دیگر اضلاع جیسے گلگت اور غذر میں بھی شیعوں کی واضح اکثریت ہے۔ البتہ ضلع دیامر کی پوری آبادی سنی مسلمانوں کی ہے جبکہ استور میں بھی اہلسنت کی واضح اکثریت ہے۔

[16] Al-Shahrastānī, Abū al-Fatḥ Muḥammad ibn ʻAbd al-Karīm, *Al-Milal wa al-Niḥal*, vol. 1 (Beirut: Dār al-Maʻrifa, 1413 AH/1993 CE), 170.

[17] Samāwī, Dr. Muḥammad Tījjānī, *Shīʻa hī Ahl-e-Sunnat hain* (Karachi: Ḥasan ʻAlī Book Depot, n.d.), 28.

ان اعداد و شمار کی روشنی میں ہم یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ واضح اکثریت کی بناء پر نظامِ ولایت فقیہ کا نفاذ ممکن ہو سکتا ہے۔ اوّلین سطح پر اس مقصد کو دُرست ثابت کرنے کے لئے شیعوں کو مندرجہ ذیل تین اُمور انجام دینے ہوں گے:

1. شیعہ امامیہ کو دیگر شیعہ فرقے جیسے اسماعیلی اور نور بخشی سے باہمی مشاورت کرنی ہوگی۔
2. جمہوریت کی نفی سے اجتناب کرتے ہوئے ولایت فقیہ کا جواز ڈھونڈنا ہوگا۔
3. اہلسنت حضرات کی بھرپور نمائندگی کو یقینی بنانی ہوگی۔

اب آئیں ان تینوں موارد کی تشریح کرتے ہیں:

اول: اسماعیلی اور نور بخشی نظامِ ولایت فقیہ کے حمایتی بھی ہو سکتے ہیں اور مخالفت بھی کر سکتے ہیں۔ حمایت اس لئے کر سکتے ہیں کہ ان کے بنیادی عقائد شیعہ امامیہ سے کلیتاً مماثلت رکھتے ہیں۔ یہاں بنیادی عقائد سے مراد حضرت محمد کے انتقال کے بعد منصہ شہود میں آنے والے فروعی و سیاسی اختلافات اور ان کے نتیجے میں دو بڑے فرقوں کا ظہور بعد ازاں خلافت و امامت کے عنوان سے تشکیل شدہ نظامِ سیاسی کے ضمن میں معرضِ وجود میں آنے والے عقائد کی نشاندہی ہے جیسا کہ شیعہ مکتب کے تمام مسالک حضرت علی کی ولایت کو بلافصل مانتے ہیں جبکہ اہلسنت حضرات خلافت راشدہ کے نظریئے کو اوّلیت دیتے ہیں۔ اس عنوان سے کہ بنیادی عقائد میں مشترکات موجود ہیں تو ممکن ہے کہ اسماعیلی و نور بخشی حضرات ولایتِ فقیہ کے نظام کو قبول کرنے میں تامل نہیں کریں گے۔ بلکہ شیعہ امامیہ کے لچک دار رویہ کی بناء پر بہت ممکن ہے کہ یہ امر سہولت کے ساتھ اور کامیابی سے پایہ تکمیل کو پہنچے۔ شیعوں کا دعویٰ ہے کہ ولایتِ فقیہ کا نظام آمریت سے بالکل بھی مماثلت نہیں رکھتا یہ اُس کی ضد ہے۔ یہ نظام قانونی کی حکمرانی اور اُمور کو اپنے اصل سے ہٹنے نہیں دیتا۔[18] البتہ چونکہ استعماری طاقتیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتی رہتی ہیں اس لئے بہت ممکن ہے کہ بعض دفعہ دولت و طاقت اور پروپیگنڈہ کے ذریعے عوامی رُجحانات کو تبدیل کیا جائے اس لئے ایک بابصیرت رہنماء کی اشد ضرورت ہوگی جو ان موارد میں عوام کی ذہنی فکر کو درست سمت کی طرف موڑ سکے۔ جیسا کہ ایران میں اس کی مثال موجود ہے۔ اگر شیعہ امامیہ اپنے اس موقف کی وضاحت کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو بہت ممکن ہے کہ ولایتِ فقیہ کا نظام سہولت کے ساتھ نافذ ہو جائے۔ اسماعیلی اور نور بخشیہ دونوں مسلک اس نظام کے مخالف بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ ہم نے سطور بالا میں بیان کیا کہ اسماعیلی مسلک کے لوگ امام ظاہر کے پیروکار ہیں اور امام کی موجودگی میں کسی "غائب" امام یا دُنیاوی عالم دین کی پیروی ان کے لئے محال ہے۔ جس معنی میں شیعہ امامیہ نظامِ ولایتِ فقیہ کو لیتے ہیں اس نظریئے کے تحت تو اسماعیلیوں کے لئے ممکن ہی نہیں کہ وہ کسی فقیہ کی ولایت کو قبول کر سکیں۔ اگر ملتفت ہوں بھی تو ان کا رُجحان سیاسی ہوگا جیسا کہ جمہوری طرزِ عمل میں ہوتا ہے۔

نور بخشی حضرات چونکہ شیعہ امامیہ سے کافی مماثلت رکھتے ہیں۔ عقائد و عبادات و معاملات میں دونوں مسالک ہم فکر و ہم آہنگ ہیں، ممکن ہے کہ ان کی طرف سے مخاصمت بہت زیادہ نہ ہو۔ البتہ زیر بحث موضوع ہی دونوں مسلک میں محلِ نزاع ہے۔ شیعہ امامیہ کے مطابق ہر زمانے میں علما و مجتہدین تعلیماتِ آل محمد کی روشنی میں حالات و واقعات کی تشریح و توضیح کر سکتے ہیں اس لئے مسائل و احکام کی توضیح کے لئے زندہ مجتہد کی طرف رجوع کیا جانا ضروری ہے۔ اس لحاظ سے جدید سیاسی نظام کو سمجھنے کے لئے بابصیرت مجتہد (فقیہ) کی طرف رجوع کرنا بطریق اولیٰ لازمی ہے۔ اس لئے اس موقف پر شیعہ امامیہ نور بخشیوں سے جداگانہ شناخت رکھتے ہیں۔

---

[18] Khumaynī, Sayyid Rūḥullāh, *Āʾīn-e-Inqilāb-e-Islāmī* (Tehran: Mu'assasa Tanzīm wa Nashr-e-Āthār-e-Imām Khumaynī, Bayn al-Aqwāmī Umūr, 1417 AH/1996 CE), 234.

دوم: نظامِ ولایت فقیہ کے نفاذ کے لئے سب سے مشکل ترین اَمر وفاقِ پاکستان کو مطمئن کرنا ہے۔ اِس نظام کے حامیوں کو اس بات پر غور کرنا ہو گا کہ کیا وفاق اس اقدام سے خوش ہو گا؟ اگر ہو گا تو پھر کن شرائط کی بنیاد پر؟ کہیں ایسا تو نہیں ہو گا کہ قانون ساز اسمبلی کے ممبران کی طرح یہ فقیہ بھی وفاق پرست ہو۔ اگر ایسا ہوا تو نظام ولایتِ فقیہ کا پورا نظریہ ہی تبدیل ہو جائے گا اور جو خواہش نظام ولایت فقیہ کے شیدائی اپنے دل میں رکھتے ہیں اُس کی مکمل نفی ہو جائے گی۔ لیکن اگر وفاق کی طرف سے کسی مزاحمت کا خدشہ نہ ہو تو اس کی صورت کیا ہو گی؟ کیا وہ شخص مجتہد اعلم ہونا چاہیے؟ یا وہ براہِ راست ایرانی رہبر آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ کی طرف سے تقرّر شدہ ہونا چاہیے؟ اور اگر سید علی خامنہ کی طرف سے تقرّر شدہ ہو تو پھر براہِ راست پاکستانی سیاسی نظام کی مخالفت نہیں ہو گی؟ اگر ہم کہیں کہ اس نمائندہ کا تقرّر براہِ راست سید علی خامنہ کی طرف سے ہو تو پھر لا محالہ یہ اَمر ممکن نہیں۔ کیونکہ پاکستانی ریاستی مشنری اس عمل کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھے گی اور غیر ملکی مداخلت تصور کرے گی۔ لیکن اگر ایرانی رہبر براہِ راست اس نمائندہ کا تقرر نہیں کرتے ہیں تو پھر مقامی اسمبلی کے منتخب اراکین کسی صائب شخصیت کی بطور نمائندہ ولی فقیہ نشاندہی کر سکتے ہیں۔ یعنی وہ نمائندہ مقامی اسمبلی کے اراکین کی رضامندی سے خود کو نمائندہ ولی فقیہ کے طور پر متعارف کرا سکتا ہے۔ یہ عمل قرینِ عقل بھی ہے اور ممکن بھی ہو سکتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ اسمبلی کے یہ منتخب اراکین اس جماعت سے تعلق رکھتے ہوں جو مکمل طور پر نظریہ ولایت فقیہ کی حامی اور تربیت یافتہ ہو۔ یہ اراکین صرف نشاندہی کرنے کی حد تک اختیار رکھتے ہوں۔ نمائندہ ولایت فقیہ کی علمی و اخلاقی صلاحیت کی جانچ پڑتال کے لئے قانون ساز اسمبلی سے باہر علماء پر مشتمل ایک مجلسِ شوریٰ قائم ہو جس میں تمام مسالک کی نمائندگی لازمی طور پر ہونی چاہیے۔ یہ علماء فیصلہ کریں گے کہ متعلقہ شخصیت نمائندہ بننے کی اہلیت رکھتی ہے یا نہیں۔ واضح رہے کہ شیعوں کا یہ موقف اس صورت میں دُرست ثابت ہو سکتا ہے جب مقامی سطح پر شیعوں کے دیگر فرقے اسماعیلی اور نور بخشی اس نظریہ کی تائید کریں اور وفاق کی طرف سے کسی مزاحمت کا خدشہ نہ ہو۔ اگر اسماعیلی اور نور بخشی حضرات کی طرف سے تعاون کا حصول ممکن نہ ہو سکا تو پھر یقینی طور پر یہ نظام ناکام ہو سکتا ہے اور صرف سادہ اکثریت کے بل بوتے پر ایک نئے نظریئے کی حاکمیت قائم کرنا ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے اور سب سے بھیانک تصویر مزاحمت کی صورت میں سامنے آئے گی جو کسی بھی طور پر گلگت بلتستان کے عوام کے مفاد میں نہیں ہے۔

سوم: ولایتِ فقیہ کے نفاذ یا اس نظام کے رائج کے لئے اہلسنت حضرات کو اعتماد میں لینا اس لئے بھی ضروری ہے کیونکہ متوقع طور پر ان کی طرف سے سب سے زیادہ مزاحمت ہو گی۔ اہلسنت کے ہاں خلافت اور شوریٰ جیسے نظریات کو ایمانیات کی حد تک مقام حاصل ہے۔ وہ حضرت محمد کی رحلت کے بعد سے لے کر اب تک خلافت کے قائل رہے ہیں۔ اس لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ شیعہ امامیہ کی طرح ولایتِ فقیہ کا نظریہ رکھتے ہوں اور پھر دوسرے بڑے فرقے کے طور پر اپنی کسی بھی بات کو منوانے کی پوری قوت ان کے پاس موجود ہے جبکہ وفاق کی طرف سے بھی معاونت مل سکتی ہے۔ لہٰذا سنیوں کو مطمئن کئے بغیر اور ان کی رائے کو نظر انداز کر کے ایک نئے نظام کو متعارف کرانا وقتی طور پر تو ایک بہت بڑی کامیاب ہو سکتی ہے لیکن مستقبل کے لئے اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہو گی کہ یہ نظام قائم بھی رہے گا اور لوگوں کے لئے فلاح و بہبود کا باعث بھی بنے گا۔

خلاصہ بحث

گلگت بلتستان میں ولایت فقیہ کا نفاذ مذہبی تنوع، سیاسی حقائق اور جمہوری قبولیت کی وجہ سے ناممکن ہے۔ شیعہ آبادی کی تقسیم (اثنا عشری، اسماعیلی، نور بخشی) متحد اکثریت کو ناممکن بناتی ہے جبکہ سنی اور دیگر گروہوں کی موجودگی تنازعات کو بڑھاتی ہے۔ علاقہ پاکستان کا حصہ ہے اور جمہوری عمل جاری ہے، مذہبی جماعتیں انتخابات میں ناکام رہیں جو عوامی ردعمل کو ظاہر کرتا ہے۔ ولایت فقیہ ایرانی نظام ہے جو گلگت بلتستان کی متنوع ثقافت

اور وفاقی قوانین سے مطابقت نہیں رکھتا۔ نفاذ کی کوشش فرقہ وارانہ تشدد اور عدم استحکام کا سبب بن سکتی ہے۔ اس لیے علاقے کو پاکستان میں مکمل انضمام اور جمہوری اصلاحات کی ضرورت ہے تاکہ عوامی حقوق محفوظ رہیں۔

سفارشات

* گلگت بلتستان کو پاکستان کا مکمل صوبہ بنا کر جمہوری حقوق فراہم کریں تاکہ وفاقی سطح پر نمائندگی ممکن ہو۔
* فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لیے بین المسالک ڈائیلاگ فورمز قائم کریں اور مذہبی تنوع کو تسلیم کرتے ہوئے مشترکہ پروگرام چلائیں۔
* ولایت فقیہ جیسے خارجی ماڈل کی بجائے مقامی سیاسی اصلاحات پر توجہ دیں جو تمام مسالک کے لیے قابل قبول ہوں۔
* تعلیم اور آگاہی مہمات شروع کریں تاکہ عوام مختلف سیاسی نظاموں کی حقیقت سے واقف ہوں اور غلط فہمیاں دور ہوں۔
* علاقے کی ترقی کے لیے وفاقی اداروں سے تعاون بڑھائیں اور اقتصادی منصوبوں کو فرقہ وارانہ تنازعات سے پاک رکھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography/کتابیات

* Ābādī, Muḥammad Yūsuf Ḥusayn. *Tārīkh Baltistān*. Skardu: Baltistān Book Depot, 1440 AH/2019 CE.
* Al-Shahrastānī, Abū al-Fatḥ Muḥammad ibn ʿAbd al-Karīm. *Al-Milal wa al-Niḥal*. Vol. 1. Beirut: Dār al-Maʿrifa, 1413 AH/1993 CE.
* Dewi, Resti Novita, Deni Maulana, and Öznur Taşdöken. "Shia Is One of the Sects in Islam." *Institute for Research and Community Service Ummul Quro Al-Islami Institute of Bogor, Indonesia* (2024). https://jurnal.iuqibogor.ac.id/index.php/almubin/article/view/756/682.
* Faraq, Fayḍullāh. "Ghair Mashrūṭ Muḥabbat kā Lāfānī Ḥawāla...Gilgit-Baltistan." *Hilāl*, October 2018. https://hilal.gov.pk/view-article.php?i=1743.
* Hamdānī, Sayyid ʿAlī. *Mawadda al-Qurbā*. Translated by Akhūnd Muḥammad Taqī Ḥusaynī. Skardu: Jāmiʿa Bāb al-ʿIlm, 1439 AH/2018 CE.
* Irshād, Dānish. "Gilgit-Baltistan kā Aṣl Dukh Kiyā Hai?" *IBC Urdu*, April 30, 2018. https://ibcurdu.com/news/64675/.
* Khān, Wazīr Muḥammad Ashraf. *Asia kī Dūr Uftāda Sarzamīn (Gilgit-Baltistan)*. Gilgit: North Books, 1436 AH/2015 CE.
* Khumaynī, Sayyid Rūḥullāh. *Āʾīn-e-Inqilāb-e-Islāmī*. Tehran: Mu'assasa Tanzīm wa Nashr-e-Āthār-e-Imām Khumaynī, Bayn al-Aqwāmī Umūr, 1417 AH/1996 CE.
* Lakhnawī, Maulvī Ḥishmatullāh Khān. *Mukhtaṣar Tārīkh Jammu wa Kashmīr*. Jammu: J.K. Book House, 1412 AH/1992 CE.
* Mahdī Sharīʿat Zāda. *Fayḍiyya se Jumhūrī Islāmī tak*. Translated by Sayyid Ghulām Ḥusayn Karārwī. Lahore: Maṭbūʿāt Lauḥ wa Qalam, 1403 AH/1983 CE.
* Naqvī, Sayyid Jawād. *Imāmat kī Sarzamīn par Ajnabī Sāye*. Pakistan: Pīrwān-e-Wilāyat, 1431 AH/2010 CE.
* Ṣadūq, Abū Jaʿfar Muḥammad ibn ʿAlī ibn Ḥusayn. *Maʿānī al-Akhbār*. Vol. 2. Translated by Dilāwar Ḥusayn. Karachi: Al-Kisā Publishers, 1426 AH/2005 CE.
* Tāj, Imtiyāz. "Gilgit-Baltistan Assembly kī 33 Nashiston kā Sarkārī Natīja Jārī, PTI kī 16 Nashistain." *Dawn News*, November 24, 2020. https://www.dawnnews.tv/news/1147532.
* ʿAlīmī, Shāh ʿĀlam. "Pervez Musharraf: Gilgit-Baltistan aur Chitral." *Chitral Times*, edited by Sayf al-Raḥmān ʿAzīz, February 10, 2023. https://chitraltimes.com.
* Ulvah Nur'aeni. "The Emergence of Shi'a Sect as an Implication of the Development of Thought and Politics." *Journal of Islamic and Social Studies (JISS)*, Faculty of Ushuluddin and Daʿwa IAIN Kediri, East Java, Indonesia 2 (2024). https://doi.org/10.30762/jiss.v2i2.2509.